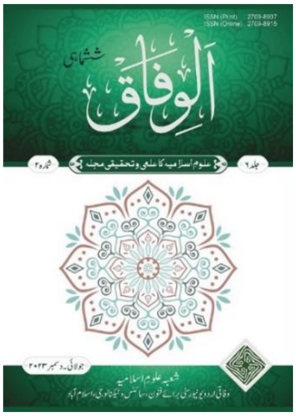

Al-Wifaq Research Journal of Islamic Studies
Volume 6, Issue 2 (June - December 2023)
eISSN: 2709-8915, pISSN: 2709-8907
Journal DOI: https://doi.org/10.55603/alwifaq
Issue Doi: https://doi.org/10.55603/alwifaq.v6i2
Home Page: https://alwifaqjournal.com/
Journal QR Code:

Article	امام حمد بن محمد الخطابی (م388ھ) بطور ایک مفسر قرآن: چند شواہد Imam Hamd ibn Muhammad Al-Khattabi (D. 388AH) as an interpreter of the Holy Quran: Some Precedents	Indexing
Authors	[1] Khalil Ur Rehman [2] Abdul Hameed Khan	Islamic Research Index
Affiliations	[1] Directorate of Colleges, Dera Ghazi Khan. [2] Mohi-ud-Din Islamic University, AJK.	
Published	31 December 2023	ASIAN Research Index
Article DOI	https://doi.org/10.55603/alwifaq.v6i2.u4	
QR Code		HJRS HEC Journal Recognition System
Citation	Khalil ur Rehman and Abdul Hameed Khan, "امام حمد بن محمد الخطابی (م388ھ) بطور ایک مفسر قرآن: چند شواہد Imam Hamd ibn Muhammad Al-Khattabi (D. 388AH) as an interpreter of the Holy Quran: Some Precedents" *Al-Wifaq*, no. 6.2 (December 2023): 49–65, https://doi.org/10.55603/alwifaq.v6i2.u4.	Crossref INTERNATIONAL Scientific Indexing Academic Resource Index ResearchBib
Copyright Information:	CC BY Imam Hamd ibn Muhammad Al-Khattabi (D. 388AH) as an interpreter of the Holy Quran: Some Precedents © 2023 by Khalil Ur Rehman and Abdul Hameed Khan is licensed under CC BY 4.0	
Publisher Information:	Department of Islamic Studies, Federal Urdu University of Arts Science & Technology, Islamabad, Pakistan.	

امام حمد بن محمد الخطابی (م 388ھ) بطور ایک مفسر قرآن: چند شواہد

Imam Hamd ibn Muhammad Al-Khattabi (D. 388AH) as an interpreter of the Holy Quran: Some Precedents

ڈاکٹر ملک خلیل الرحمٰن

اسسٹنٹ ڈائریکٹر کالجز، ڈیرہ غازی خان

پروفیسر ڈاکٹر عبدالحمید خان عباسی

ڈین، فیکلٹی برائے عربی وعلومِ اسلامیہ، محی الدین، اسلامک یونیورسٹی، نیریاں شریف، آزاد جموں وکشمیر

ABSTRACT

This Article is to discuss that although Imām Hamd bin Muhammad, Al-Khattābī (D. 388 AH) did not write any specific book regarding interpretation and explanation of the Qur'anic verses but his commentary & interpretive points on Qur'anic verses found in his books, have been utilized, adverted and quoted by the prominent and renown scholars in the field of tafsīr in their commentary books. They considered him as a mufasīr. Some evidences & precedents are hereby presented from their books. Imām Al-Khattābī used admitted principles& different methodologies of tafsīr while describing these interpretive points. His exegetical points consist on both kinds of tafsīr i.e tafsīr bi-al-ma'thur(tafsīr bi'r-Riwayah or received tafsīr) and tafsīr bi-al-ra'y(tafsīr bi'd-dirayah or tafsīr by opinion). So, the utilization of Imām Al-Khattābī s exegetical and interpretive points by the well-known and famous commentators of the Holy Quran in their books, is the sufficient and authentic argument and proof which is discussed here that his work on interpretation of Qur'anic verses as well as Uloom-ul-Qur'ān may be appreciated and Imām Al-Khattābī may righteously be considered as a commentator of Holy Quran or Mufasir.

KEY WORDS:

Al-Khattabi (D.388-AH), Commentary, Interpretive points, Qur'anic Verses.

امام حمد بن محمد الخطابی (م 388ھ) چوتھی صدی ہجری کے ایک بلند پایہ محدث گزرے ہیں۔ آپ ایک واسطہ سے امام ابو داودؒ کے شاگرد ہیں۔ یہ بات معروف ہے کہ امام الخطابی کی شرح صحیح بخاری جو اعلام الحدیث کے نام سے مطبوع ہے، ہم تک پہنچنے والی شروحات صحیح بخاری میں اولین شرح کی حیثیت رکھتی ہے اسی طرح امام الخطابی کی معالم السنن جو کہ سنن ابی داؤد کی شرح ہے کو بھی اولیت کا اعزاز حاصل ہے۔ امام الخطابی کی توجہ کا اصل مرکز فن حدیث تھا۔ اس سبب امام الخطابیؒ نے علم

تفسیر میں باقاعدہ کوئی تفسیر تو تصنیف نہیں کی مگر مفسرین کرام نے ان کی کتب میں موجود ان کے تفسیری آراء و نکات سے علمی استفادہ کرتے ہوئے انہیں اپنی کتب تفسیر میں ذکر کرتے ہیں اور انہیں مفسرین کے گروہ میں شمار کیا ہے۔ ذیل کی تفاسیر میں اس حقیقت کے چند شواہد پیش کئے جاتے ہیں:

1۔ تفسیر السمعانی

امام السمعانی (م489ھ) کا نام منصور بن محمد المروزی، کنیت ابو مظفر ہے۔ شافعی المسلک ہیں۔ ان کی تصانیف میں ایک تفسیر القرآن ہے، جو تفسیر السمعانی کے نام سے معروف و مطبوع ہے۔ اپنی تفسیر میں آیات مبارکہ اَفَلَا یَنۡظُرُوۡنَ اِلَى الۡاِبِلِ كَيۡفَ خُلِقَتۡ ۝١٧ وَاِلَى السَّمَآءِ كَيۡفَ رُفِعَتۡ ۝١٨ وَاِلَى الۡجِبَالِ كَيۡفَ نُصِبَتۡ ۝١٩ وَاِلَى الۡاَرۡضِ كَيۡفَ سُطِحَتۡ ۝٢٠ فَذَكِّرۡ ۗ اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مُذَكِّرٌ ۝٢١ [1] کی تفسیر و تاویل میں امام الخطابی سے استفادہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے ان آیات میں دیگر اشیاء کو چھوڑ کر صرف ان چار اشیاء یعنی اونٹ، آسمان، زمین اور پہاڑ میں غور فکر کی دعوت دی ہے کیونکہ قرآن کریم کے مخاطبِ اول عرب ہیں اور عرب کے ماحول میں یہی چیزیں عام تھیں کہ جب ایک عرب اپنے اونٹ پر سوار ہو کر صحرا میں نکلتا تو آسمان اس کے اوپر ہوتا، زمین اس کے نیچے جبکہ پہاڑ اس کے سامنے ہوتے لہذا عرب کو انہی چیزوں میں غور و فکر کی دعوت دی گئی۔ قَالَ أَبُو سُلَيْمَان الْخطابِيّ - رَضِي الله عَنْهُم - ذكر الله تَعَالَى هَذِه الْأَرْبَع وَهِي الْإِبِل، وَالسَّمَاء، وَالْأَرْض، وَالْجبَال، وخصها بِالذكر من بَين سَائِر الْأَشْيَاء لِأَن الْأَعرَابِي إِذا ركب بعيره، وَخرج إِلَى الْبَريَّة رَاكِبه، وَالسَّمَاء الَّتِي فَوْقه، وَالْأَرْض الَّتِي تَحْتَه، وَالْجبَال الَّتِي هِيَ نصب عينه.[2]

2۔ تفسیر بغوی

معالم التنزیل، امام ابو محمد الحسین بن مسعود بن محمد الفراء البغوی (م741ھ) کی تالیف ہے اور کتب تفسیر بالماثور میں اپنا ایک منفرد مقام و مرتبہ رکھتی ہے۔ سورۃ البقرہ آیت نمبر 260 کے متعلق امام بغوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس آیت مبارکہ کے نزول پر بعض مسلمانوں سے یہ قول صادر ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شک کیا، ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شک نہ کیا۔ تو اس پر آپؐ نے ارشاد فرمایا: نَحْنُ أَحَقُّ بِالشَّكِّ مِنْ إِبْرَاهِيمَ [3] یعنی ہمیں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے زیادہ شک کرنا چاہیے تھا۔ اس پر ہونے والے اشکالات کے حل میں امام الخطابی سے استفادہ کرتے ہیں۔ بقول امام الخطابی یہ مراد نہیں کہ نبی پاک نے احیاء موتی میں شک کیا اور نہ ہی یہ مطلب ہے کہ انہوں نے خود پر اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر

1۔ القرآن، سورۃ الغاشیۃ، 88:17-21

2۔ أبو المظفر منصور بن محمد بن عبد الجبار ابن أحمد المروزی السمعانی، تفسیر القرآن (ریاض: دار الوطن، 1997)، 214/3.

3۔ أبو عبد اللہ محمد بن إسماعیل بخاری، صحیح البخاری (بیروت: دار طوق النجاۃ، 1422)، کتاب الأنبیاء، باب: قولہ عزوجل: و نبئھم عن ضیف إبراھیم، حدیث: 3192، 1233/3.

اعتراف بالشک ہے بلکہ یہ تو شک کی نفی ہے کہ جب ہم نے مردوں کو زندہ کرنے میں اللہ عزوجل کی قدرت میں شک نہیں کیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا شک نہ کرنا ہی اولیٰ ہے یعنی حضرت ابراہیمؑ اور آپ ﷺ دونوں نے احیاء موتی کے متعلق شک نہیں کیا کیونکہ پیغمبرِ خدا کی شان سے یہ بات بعید ہے کہ وہ خدائے بزرگ و برتر کی قدرت میں شک و تردد کا شکار ہو۔ نبی کریم کا ایسا فرمانا کسر نفسی اور تواضع کی بنا پر تھا۔ یہ ایسا ہے جیسا کہ ایک موقع پر آپ ﷺ نے بادشاہ کے بلانے پر سیدنا یوسف علیہ السلام کے فوراً قید سے چلے جانے کی بجائے، تحقیق حال کا مطالبہ کرنے کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: اگر میں یوسف جتنی قید میں رہتا تو بلانے پر فوراً چلا جاتا۔ یعنی جب یوسفؑ کو بادشاہ نے قید سے بلوا بھیجا تو یوسف فوراً نہیں چلے گئے بلکہ یہ کہلا بھیجا کہ پہلے ان پر لگنے والے الزام کی تحقیق کرلی جائے پھر وہ حاضر خدمت ہوں گے کیونکہ حضرت یوسفؑ کا مقصود پہلے اپنی برات کو ظاہر کرنا تھا۔ گویا آپ ﷺ کے دونوں اقوال (۱) ہمیں ابراہیم سے زیادہ شک کرنا چاہیے (۲) اگر میں یوسف جتنی قید گزارتا تو بلانے پر فوراً چلا جاتا، تواضع پر مبنی ہیں ورنہ آپ ﷺ کے عزم و استقلال میں کمی نہ تھی۔ قَالَ أَبُو سُلَيْمَانَ الْخَطَّابِيُّ: لَيْسَ فِي قَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ(نَحْنُ أَحَقُّ بِالشَّكِّ مِنْ إِبْرَاهِيمَ) اعْتِرَافٌ بِالشَّكِّ عَلَى نَفْسِهِ وَلَا عَلَى إِبْرَاهِيمَ لَكِنْ فِيهِ نَفْيُ الشك عنهما بقول: إِذَا لَمْ أَشُكَّ أَنَا فِي قُدْرَةِ اللَّهِ تَعَالَى عَلَى إِحْيَاءِ الْمَوْتَى فَإِبْرَاهِيمُ أَوْلَى بِأَنْ لَا يَشُكَّ، وَقَالَ ذَلِكَ عَلَى سَبِيلِ التَّوَاضُعِ وَالْهَضْمِ مِنَ النَّفْسِ، وَكَذَلِكَ قَوْلُهُ: (لَوْ لَبِثْتُ فِي السِّجْنِ مَا لَبِثَ يُوسُفُ لَأَجَبْتُ الدَّاعِيَ۔[4]

3۔المحرر الوجیز

امام ابن عطیہ اندلسی (م542ھ) قرآن کریم کی آیت مبارکہ وَكَانُوا يُصِرُّونَ عَلَى الْحِنثِ الْعَظِيمِ[5] کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ والْحِنْثُ: الإثم ومنه قول النبي صلى الله عليه وسلم: «من مات له ثلاث من الولد لم يبلغوا الحنث» .الحديث، أراد: لم يبلغوا الحلم فتتعلق بهم الآثام. وقال الخطابي: الْحِنْثُ في كلام العرب العدل الثقيل، شبه الإثم به. واختلف المفسرون في المراد بهذا الإثم هنا، فقال قتادة والضحاك وابن زيد: هو الشرك، وهذا هو الظاهر. وقال قوم في ما ذكر مكي: هو الحنث في قسمهم الذي يتضمنه قوله تعالى: وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمانِهِمْ- الآية في التكذيب بالبعث، وهذا أيضا يتضمن الكفر، فالقول به على عمومه أولى. وقال

4۔ أبو محمد الحسين بن مسعود بن محمد بن الفراء البغوي، معالم التنزيل في تفسير القرآن=تفسير البغوي (بيروت: دار احياء التراث العربي، 1420)، 358/1.

5۔ القرآن، سورة الواقعة، 46:56

الشعبي: الْحِنْثُ الْعَظِيمُ: اليمين الغموس.[6]

مذکورہ بالا عبارت واضح کرتی ہے کہ:

1. امام الخطابی کے نزدیک حنث کے معنی العدل الثقیل یعنی راہ راست سے بہت زیادہ عدول وانحراف کر لینا ہے۔اسی بات کو ہی اثم یعنی گناہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ کیونکہ اثم یعنی گناہ کو بھی راہ راست سے انحراف میں حنث کے ساتھ مشابہت حاصل ہے۔
2. اثم کی مراد میں مفسرین سے مختلف اقوال ہیں، مثلاً: اس سے مراد شرک ہے،اس سے مراد یمین غموس یعنی جھوٹی قسم ہے وغیرہ۔
3. ابن عطیہ رحمہ اللہ کے نزدیک حنث میں عموم اولی ہے یعنی حنث بمعنی اثم ہے،البتہ عام ہے یعنی ہر گناہ اس میں داخل ہے۔اور آپؐ کے فرمان (جس شخص کے تین بچوں کی وفات ہو جائے اور حنث کو نہ پہنچیں ہوں) میں بھی حنث بمعنی اثم ہے اور عام ہے۔ کیونکہ بلوغ سے پہلے بچہ کسی امر کا مکلف نہیں ہوتا۔ لهذا اسے گناہ بھی نہیں ہوتا۔

گویا ابن عطیہ رحمہ اللہ کے نزدیک امام الخطابی رحمہ اللہ کی تحقیق قابل استناد ہے۔اسی وجہ سے ابن عطیہ نے اسے ذکر کیا اور اس پر اعتماد کیا۔ لهذا ابن عطیہ اور امام الخطابی دیگر مفسرین کے بر عکس حنث میں عمومیت کے قائل ہیں جبکہ دیگر مفسرین اس سے مخصوص گناہ مثلا شرک،انکار بعثت، جھوٹی قسم وغیر مراد لیتے ہیں۔

4۔زاد المسیر فی علم التفسیر

زاد المسیر، امام ابن الجوزی (م 597ھ) کی تفسیر ہے۔ علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ آیت مبارکہ وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ[7] میں مذکور الحاد کی تفسیر وتاویل بیان کرتے ہوئے، امام الخطابی سے نقل کرتے ہیں کہ قال أبو سليمان الخطابي: ودليل هذه الآية أن الغلط في أسمائه والزيغ عنها إلحادٌ، ومما يُسمع على ألسنة العامة قولهم: يا سبحانُ، يا برهانُ، وهذا مهجور مستهجن لا قدوة فيه، وربما قال بعضهم: يا رب طه ويس[8]۔ یعنی امام الخطابی کے نزدیک آیت میں مذکور الحاد سے مراد اللہ عزوجل کے اسماء میں کجی اختیار کرنا اور اسے غلط ناموں سے پکارنا ہے۔ جیسا کہ بعض لوگوں سے سنا جاتا ہے کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالی کو یا سبحان یا برہان یا رب طٰہٰ،

6۔أبو محمد عبد الحق بن غالب بن عبد الرحمن بن تمام ابن عطية ,المحرر الوجيز في تفسير الكتاب العزيز، تحقيق: عبد السلام عبد الشافي محمد (بيروت: دار الكتب العلمية، 1422)، 246/5.

7۔القرآن، سورۃ الاعراف، 180:07

8۔جمال الدين أبو الفرج عبد الرحمن بن علي بن محمد الجوزي، زاد المسير في علم التفسير، تحقيق: عبد الرزاق المهدي (بيروت: دار الكتاب العربي، 1422)، 172/2.

یارب یٰسین وغیرہ ناموں سے پکارتے ہیں۔ گویا اللہ عزوجل کو ان کے ذاتی وصفاتی ناموں کے علاوہ پکارنا الحاد ہے۔ ابن الجوزی کا امام الخطابی کی تاویل کو بغیر نقد ذکر کیا ہے جو کہ دلیل ہے کہ گویا ابن الجوزی رحمہ اللہ بھی اسی تاویل کے قائل ہیں کہ اللہ تعالی کے بہت سے اسمائے حسنیٰ ہیں جو کہ مذکور و معروف ہیں۔ لہذا اللہ سبحانہ کو انہی اسماء الحسنیٰ کے ساتھ پکارا جائے۔ ان کے علاوہ ناموں سے پکارنا باری تعالی کے ناموں میں الحاد کے مترادف ہے۔

5۔ مفاتیح الغیب المعروف بالتفسیر الکبیر

امام رازی رحمہ اللہ آیت مبارکہ الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا إِلَّا أَنْ يَخَافَا أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ[9] کے ضمن میں ایک فقہی مسئلہ کہ خلع طلاق بائن ہے یا فسخ؟، ذکر کرتے ہوئے شوافع کے دلائل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ الْحُجَّةُ الْأُولَى: أَنَّهُ تَعَالَى قَالَ: فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ ثُمَّ ذَكَرَ الطَّلَاقَ فَقَالَ: فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَهُ- فَلَوْ كَانَ الْخُلْعُ طَلَاقًا لَكَانَ الطَّلَاقُ أَرْبَعًا، وَهَذَا الِاسْتِدْلَالُ نَقَلَهُ الْخَطَّابِيُّ فِي كِتَابِ مَعَالِمِ السُّنَنِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ.- - - الْحُجَّةُ الثَّالِثَةُ:رَوَى أَبُو دَاوُدَ فِي «سُنَنِهِ» عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ امْرَأَةَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ لَمَّا اخْتَلَعَتْ مِنْهُ جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِدَّتَهَا حَيْضَةً، قَالَ الْخَطَّابِيُّ: وَهَذَا أَدَلُّ شَيْءٍ عَلَى أَنَّ الْخُلْعَ فَسْخٌ وَلَيْسَ بِطَلَاقٍ، لِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ: وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ- فَلَوْ كَانَتْ هَذِهِ مُطَلَّقَةً لَمْ يَقْتَصِرْ لَهَا عَلَى قُرْءٍ وَاحِدٍ.[10]

اس عبارت میں امام رازی رحمہ اللہ نے مذکورہ بالا فقہی مسئلہ میں امام الخطابی سے شوافع کے دو دلائل نقل کئے ہیں؛

1. امام الخطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس آیت فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ[11] میں اللہ عزوجل نے فرمایا کہ اگر زوجین حدود اللہ قائم کرنے سے ڈر جائیں اس صورت میں اگر عورت فدیہ دے کر آزادی حاصل کرلے تو دونوں پر کوئی گناہ نہیں۔ یعنی اگر میاں بیوی ایک دوسرے کے شرعی حقوق کی ادائیگی سے بالکل قاصر ہو جائیں تو فدیہ دے کر عورت کا آزادی حاصل کر لینا جائز ہے، اس کے بعد اگلی آیت مبارکہ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ

9۔ القرآن، سورۃ البقرۃ، 229:02

10۔ فخر الدین أبو عبد اللہ محمد بن عمر بن الحسن التیمی الرازی، مفاتیح الغیب (بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1420)، 447/6.

11۔ القرآن، سورۃ البقرۃ، 229:02

اللهِ وَتِلْكَ حُدُودُ اللهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ[12] میں طلاق کا ذکر ہے، تو اگر خلع بھی طلاق ہے تو یہ چوتھی طلاق ہو گی۔ یعنی دو طلاقوں کا ذکر پہلی آیت میں اور تیسری طلاق کا ذکر اس آیت میں اور درمیان میں خلع کا ذکر ہے اس لئے اگر خلع بھی طلاق ہے تو یہ چوتھی طلاق ہو گی۔ حالانکہ طلاقیں تین ہیں چار نہیں۔

2. امام الخطابی رحمہ اللہ کے بقول ابن عباسؓ کی روایت کہ ثابت بن قیس کی بیوی نے جب خلع لیا تو رسول اللہ نے اس کے لئے ایک حیض عدت مقرر فرمائی، ایک عمدہ دلیل ہے کہ خلع طلاق نہیں فسخ نکاح۔ کیونکہ قرآن کریم میں مطلقہ خواتین کی عدت تین قرو (تین حیض یا تین طہر) بیان ہوئی ہے۔ پس یہ بات واضح ہوتی ہے کہ خلع طلاق نہیں اگر ایسا ہوتا تو اس کی عدت ایک حیض مقرر نہ کی جاتی۔

6۔ الجامع لاحکام القرآن المعروف بتفسیر القرطبی

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ اہل مکہ نے مشورہ کیا کہ یہود جو اہل کتاب اور اہل علم ہیں ان سے کچھ ایسے سوالات حاصل کیے جائیں جن سے محمد ﷺ کی رسالت کا امتحان ہو سکے۔ تو یہود نے یہ تین سوالات مع جوابات بتائے:

1. روح کے متعلق پوچھا جائے
2. اصحاب کہف کے بارے میں پوچھا جائے۔
3. ذوالقرنین کے متعلق دریافت کیا جائے۔

تو قریش نے یہ تینوں سوالات آپؐ پر پیش کئے تاکہ آپؐ کی رسالت کا امتحان لے سکیں۔ اس پر سورت بنی اسرائیل کی یہ آیت مبارکہ وَيَسْئَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَما أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلاً[13] اور سورت کہف کی وہ آیات مبارکہ نازل ہوئیں جن میں ان سوالات کے جوابات ارشاد ہیں۔

امام القرطبیؒ شمس الدین محمد بن احمد بن ابی بکر (م 671ھ) اپنی مشہور و معروف تفسیر الجامع لاحکام القرآن میں قرآن مجید کی آیت مبارکہ وَيَسْئَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَما أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلاً کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وَقَدِ اخْتَلَفَ النَّاسُ فِي الرُّوحِ الْمَسْئُولِ عَنْهُ، أَيُّ الرُّوحِ هُوَ؟ فَقِيلَ: هُوَ جِبْرِيلُ، قَالَهُ قَتَادَةُ. وَقِيلَ هُوَ عِيسَى. وَقِيلَ الْقُرْآنُ، وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ: هُوَ مَلَكٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ لَهُ سَبْعُونَ أَلْفَ وَجْهٍ، فِي كُلِّ وَجْهٍ سَبْعُونَ أَلْفَ لِسَانٍ، فِي كُلِّ لِسَانٍ سَبْعُونَ أَلْفَ لُغَةٍ، يُسَبِّحُ اللَّهَ تَعَالَى بِكُلِّ تِلْكَ اللُّغَاتِ، يَخْلُقُ اللَّهُ تَعَالَى مِنْ كُلِّ تَسْبِيحَةٍ مَلَكًا يَطِيرُ مَعَ الْمَلَائِكَةِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. ذَكَرَهُ الطَّبَرِيُّ. وَقَالَ الْخَطَّابِيُّ: وَقَالَ بَعْضُهُمْ، هُوَ مَلَكٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ بِصِفَةٍ وَضَعُوهَا مِنْ عِظَمِ الْخِلْقَةِ. وَذَهَبَ أَكْثَرُ أَهْلِ التَّأْوِيلِ إِلَى أَنَّهُمْ سَأَلُوهُ عَنِ الرُّوحِ الَّذِي

12۔ القرآن، سورۃ البقرۃ، 230:02

13۔ القرآن، سورۃ بنی اسرائیل، 85:17

يَكُونُ بِهِ حَيَاةُ الْجَسَدِ. وَقَالَ أَهْلُ النَّظَرِ مِنْهُمْ: إِنَّمَا سَأَلُوهُ عَنْ كَيْفِيَّةِ الرُّوحِ وَمَسْلَكِهِ فِي بَدَنِ الْإِنْسَانِ، وَكَيْفَ امْتِزَاجُهُ بِالْجِسْمِ وَاتِّصَالُ الْحَيَاةِ بِهِ، وهذا شي لَا يَعْلَمُهُ إِلَّا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ.[14]

آیت مبارکہ میں جس روح کے بارے میں پوچھا گیا ہے اس میں مفسرین کی مختلف آراء ہیں۔ امام قرطبیؒ ان میں سے درج ذیل آراء کو ذکر کرتے ہیں:

1. جبرائیلؑ مراد ہیں۔
2. بعض حضرات نے کہا کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام مراد ہیں۔
3. منقول ہے کہ سیدنا علی کے نزدیک اس سے مراد ایک ایسا فرشتہ ہے جس کے ستر ہزار چہرے ہیں۔ ہر چہرے میں ستر ہزار زبانیں ہیں۔ ہر زبان سے وہ ستر ہزار بولیاں بولتا ہے اور اللہ عزوجل کی حمد و ثناء کرتا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کی ہر تسبیح سے ایک فرشتہ پیدا فرماتے ہیں جو تا قیامت فرشتوں کے ساتھ اڑتا رہتا ہے۔
4. امام الخطابی رحمہ اللہ سے دو اقوال نقل کرتے ہیں: (۱) بعض حضرات کے نزدیک اس سے ایک ایسا فرشتہ مراد ہے جو عظیم الخلقت ہے (۲) اکثر حضرات مفسرین کے ہاں روح حیات مراد ہے۔
5. اکثر اہل نظر اس سے روح کی کیفیت، بدن انسانی میں روح کا جاری ہونا اور جسم اور روح کا آپس میں اتصال ہونا وغیرہ مراد لیتے ہیں۔

دراصل امام خطابی رحمہ اللہ کے بیان کردہ اقوال اس ضمن میں مذکور تمام اقوال کے جامع ہیں جنہیں امام قرطبیؒ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے اور امام قرطبیؒ کا امام تفسیر ابن جریر طبری رحمہ اللہ کے ساتھ ساتھ امام خطابی رحمہ اللہ سے منقول تفسیری اقوال کا ذکر کرنا واضح کرتا ہے کہ فن تفسیر میں بھی امام خطابی رحمہ اللہ سے منقول تفسیری اقوال قابل اخذ واستفادہ ہیں۔

7۔ تفسیر الخازن

لباب التاویل، علامہ الخازن، علاء الدین علی بن محمد بن ابراهیم (م 741ھ) کی ہے۔ قرآن مجید کی آیت کریمہ وَإِذَا كُنتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِّنْهُم مَّعَكَ وَلْيَأْخُذُوا أَسْلِحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِن وَرَائِكُمْ وَلْتَأْتِ طَائِفَةٌ أُخْرَىٰ لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ وَدَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيلُونَ عَلَيْكُم مَّيْلَةً وَاحِدَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِن كَانَ بِكُمْ أَذًى مِّن مَّطَرٍ أَوْ كُنتُم مَّرْضَىٰ أَن تَضَعُوا أَسْلِحَتَكُمْ وَخُذُوا حِذْرَكُمْ

14۔ أبو عبد الله محمد بن أحمد بن أبي بكر القرطبي، الجامع لأحكام القرآن، تحقيق: أحمد البردوني اور إبراهيم أطفيش (قاهرة: دار الكتب المصرية، 1963)، 324/10.

إِنَّ اللهَ أَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا[15] میں صلاۃ الخوف کا ذکر ہے۔ صلوۃ الخوف سے مراد میدان جہاد میں مخصوص حالات میں نماز باجماعت ادا کرنے کا طریقہ ہے۔ حالات ایسے ہوں کہ تمام مسلمانوں کے ایک وقت میں نماز باجماعت میں شریک ہونے سے دشمن کے حملہ آور ہونے کا اندیشہ ہو تو اس حالت میں میدان جہاد میں نماز باجماعت ادا کرنے کے مخصوص طریقے کو صلوۃ الخوف کہا جاتا ہے۔ آپؐ سے صلوۃ الخوف کی مختلف صورتیں منقول ہیں۔

امام الخازن رحمہ اللہ اس آیت کے تفسیر میں مختلف مسائل ذکر کرتے ہیں اور مسئلہ ثانیہ کے عنوان کے ضمن میں صلاۃ الخوف کی مختلف صورتوں کو زیر بحث لاتے ہوئے دیگر اقوال کے ساتھ امام الخطابی رحمہ اللہ کا قول بھی ذکر کرتے ہیں بلکہ ابتداء ہی ان کے قول سے کرتے ہیں: المسألة الثانية: قال الخطابي: صلاة الخوف أنواع صلاها النبي صلّى الله عليه وسلّم في أيام مختلفة وأشكال متباينة يتحرى في ذلك كله ما هو الأحوط للصلاة وأبلغ في الحراسة فهي مع اختلاف صورها متفقة المعنى فمن أنواع صلاة الخوف ما إذا كان العدو في غير جهة القبلة. فرق الإمام أصحابه فرقتين فتقف طائفة وجاه العدو فتحرس ويصلّي بالطائفة الأخرى ركعة فإذا قام إلى الثانية أتموا لأنفسهم وذهبوا إلى وجاه العدو فيحرسون وتأتي الطائفة الثانية التي كانت تحرس فيصلّي بهم الركعة الثانية ويثبت جالسا في التشهد حتى يتموا لأنفسهم الصلاة ثم يسلم بهم.[16] یعنی امام الخطابی رحمہ اللہ کے بقول(۱) صلاۃ الخوف کی مختلف صورتیں ہیں کیونکہ آپؐ نے مختلف ایام میں مختلف صورتوں سے صلاۃ خوف پڑھائی (۲) ایک صورت یہ بھی ہے کہ جب دشمن قبلہ کی سمت کی طرف نہ ہو تو امام مقتدیوں کو دو گروہ میں تقسیم کردے۔ ایک گروہ دشمن کے مقابلے میں ہو اور دفاع و حفاظت کرے جبکہ دوسرا گروہ امام کے ساتھ اس طرح نماز ادا کرے کہ پہلی رکعت امام کے ساتھ پڑھنے کے بعد جب امام دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو تو امام نماز میں ٹھہرا رہے اور یہ پہلا گروہ اپنی دوسری رکعت از خود مکمل کرلے اور دشمن کے مقابلے میں چلا جائے۔ اس کے بعد دوسرا گروہ امام کے ساتھ ایک رکعت ادا کرے اور امام تشہد میں بیٹھا رہے۔ اس دوران یہ لوگ اپنی دوسری رکعت مکمل کرلیں، پھر امام کے ساتھ سلام پھیریں (۳) صلوۃ الخوف کی تمام صورتوں میں ایک قدر مشترک ہے کہ نماز کی ہیئت بھی باقی رہے اور دشمن سے حفاظت بھی متاثر نہ ہو۔ (۴) امام المسلمین کو اختیار ہے کہ وہ حالات کے موافق جس صورت پر صلوۃ الخوف پڑھانا مناسب سمجھے، پڑھائے

مفسر الخازن کا امام الخطابی کا تفسیری قول ذکر کرنا، دلیل ہے کہ وہ امام الخطابی کو علم حدیث کی طرح علم تفسیر میں بھی قابل استناد سمجھتے ہیں۔

8۔ البحر المحیط فی التفسیر

15۔ القرآن، سورۃ النساء، 102:4

16۔ علاء الدين علي بن محمد بن إبراهيم بن عمر الخازن، لباب التأويل في معاني التنزيل (بيروت: دار الكتب العلمية، 1415)، 421/1.

قرآن کریم کی آیت مبارکہ هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ [17] دلیل ہے کہ اخفا و اظہار کے اعتبار سے قرآن کریم کی آیات دو قسم پر ہیں (۱) محکم یعنی وہ آیت جس کے معنیٰ و مراد میں کسی طرح کا اشتباہ، اخفا، ابہام وغیرہ نہ پایا جاتا ہو (۲) متشابہ یعنی وہ آیت جس کا معنیٰ و مراد بالکل واضح و متعین نہ ہو بلکہ اس میں ایک گونہ خفا و ابہام پایا جاتا ہو۔

البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ (۱) متشابہ آیات کی تاویل اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہے یا اس کی تاویل و تفسیر سے علما حق اور راسخین فی العلم واقف ہیں (۲) آیت میں مذکور لفظ اللہ پر وقف ہے یا راسخون فی العلم پر۔ کیونکہ لفظ اللہ پر وقف پر اگر کلام مکمل ہو جاتا ہے تو معنیٰ آیت ہو گا کہ متشابہ کی تاویل اللہ سبحانہ کے ساتھ خاص ہے اور اگر واو کو عاطفہ مان کر راسخون فی العلم پر وقف کیا جائے تو معنیٰ ہو گا کہ یہ حضرات بھی متشابہ کی تاویل سے واقف ہیں۔

آیت میں مذکور وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ پر کلام کے تام اور مکمل ہونے یا نہ ہونے کے متعلق امام القرطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ قَوْلُهُ تَعَالَى: (وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ) اخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِي" وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ" هَلْ هُوَ ابْتِدَاءُ كَلَامٍ مَقْطُوعٍ مِمَّا قَبْلَهُ، أَوْ هُوَ مَعْطُوفٌ عَلَى مَا قَبْلَهُ فَتَكُونُ الْوَاوُ لِلْجَمْعِ. فَالَّذِي عَلَيْهِ الْأَكْثَرُ أَنَّهُ مَقْطُوعٌ مِمَّا قَبْلَهُ، وَأَنَّ الْكَلَامَ تَمَّ عِنْدَ قَوْلِهِ" إِلَّا اللَّهُ". [18]

امام القرطبی رحمہ اللہ کی تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ پر کلام کے تام اور مکمل ہونے یا نہ ہونے میں مفسرین کا اختلاف ہے۔

1. اکثر حضرات کے نزدیک وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ پر کلام تام اور مکمل ہو جاتا ہے۔ لہذا وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ سے کلام جدید کی ابتداء ہے اور اس کا ما قبل کلام یعنی وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ سے تعلق نہیں ہے۔
2. بعض حضرات کے نزدیک وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ کلام معطوف ہے اور اس میں موجود واؤ عاطفہ ہے جو دونوں کلاموں یعنی وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ اور وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ کو جمع کرتی ہے۔ گویا دونوں کا آپس میں تعلق ہے اور وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ کلام کی ابتداء نہیں ہے۔

مفسر قرآن ابو حیان اندلسی رحمہ اللہ، اپنی تفسیر البحر المحیط فی التفسیر میں اسی اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے امام الخطابی رحمہ اللہ کو ان مفسرین میں شمار کرتے ہیں جن کے نزدیک وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ پر کلام تام ہو جاتا ہے اور وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ

17۔ القرآن، سورۃ آل عمران، 07:03

18۔ القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، 16/4.

سے کلام جدید کی ابتداء ہوتی ہے۔ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ تَمَّ الْكَلَامُ عِنْدَ قَوْلِهِ: إِلَّا اللَّهُ، وَمَعْنَاهُ أَنَّ اللَّهَ اسْتَأْثَرَ بِعِلْمِهِ تَأْوِيلَ الْمُتَشَابِهِ، وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ مَسْعُودٍ، وَأُبَيٍّ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَعَائِشَةَ، وَالْحَسَنِ، وَعُرْوَةَ، وَعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، وَأَبِي نَهِيكٍ الْأَسَدِيِّ، وَمَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، وَالْكِسَائِيِّ، وَالْفَرَّاءِ، وَالْجُلْبَائِيِّ، وَالْأَخْفَشِ، وَأَبِي عُبَيْدٍ. وَاخْتَارَهُ: الْخَطَّابِيُّ وَالْفَخْرُ الرَّازِيُّ.وَيَكُونُ قَوْلُهُ وَالرَّاسِخُونَ مُبْتَدَأً وَيَقُولُونَ خَبَرٌ عَنْهُ. وَقِيلَ: وَالرَّاسِخُونَ، مَعْطُوفٌ عَلَى اللَّهِ، وَهُمْ يَعْلَمُونَ تَأْوِيلَهُ، وَ: يَقُولُونَ، حَالٌ مِنْهُمْ أَيْ: قَائِلِينَ. وَرُوِيَ هَذَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَيْضًا، وَمُجَاهِدٍ وَالرَّبِيعِ بْنِ أَنَسٍ، وَمُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ، وَأَكْثَرِ الْمُتَكَلِّمِينَ.وَرُجِّحَ الْأَوَّلُ.[19] یعنی وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللهُ پر کلام تام ہو جاتا ہے یعنی متشابہ کا علم اللہ عزوجل کے ساتھ مخصوص ہے۔ یہی قول حضرت ابن مسعودؓ، ابی بن کعبؓ، ابن عباسؓ، عائشہؓ، حضرت حسن، عروہ، عمر بن عبد العزیز، ابی نہیک اسدی، مالک بن انس، کسائی، فراء، جلبائی، اخفش، ابی عبید رحمہم اللہ کا ہے اور اسے امام الخطابی رحمہ اللہ اور امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے پسند اور اختیار کیا ہے۔ اس صورت میں الراسخون مبتداء ہو گا اور یقولون اس کی خبر ہو گی۔ جبکہ اکثر متکلمین حضرات کے نزدیک الراسخون معطوف ہے اور یقولون حال ہے یعنی راسخین فی العلم متشابہ کی تاویل کو جانتے ہیں۔ لیکن اول قول کو ترجیح حاصل ہے۔

پس مفسر قرآن ابو حیان رحمہ اللہ کا امام الخطابی رحمہ اللہ کو مفسرین میں شمار کرنا بلکہ مفسرین کے اس گروہ میں شمار کرنا جن کی رائے اِن کے نزدیک راجح ہے۔ مفسرین کے ہاں امام الخطابی کے تفسیری نکات و آراء کی اہمیت اور مقام و مرتبہ کا واضح ثبوت ہے۔

9۔ تفسیر القرآن العظیم المعروف بتفسیر ابن کثیر

مفسر قرآن امام ابن کثیر (م774ھ) آیت کریمہ إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ[20] کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ: هَلْ كَانَتْ لَيْلَةُ الْقَدْرِ فِي الْأُمَمِ السَّالِفَةِ، أَوْ هِيَ مِنْ خَصَائِصِ هَذِهِ الْأُمَّةِ؟ عَلَى قَوْلَيْنِ:قَالَ أَبُو مُصْعَبٍ أَحْمَدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الزُّهْرِيُّ: حَدَّثَنَا مَالِكٌ: أَنَّهُ بَلَغَهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرِيَ أَعْمَارَ النَّاسِ قَبْلَهُ -أَوْ: مَا شَاءَ اللَّهُ مِنْ ذَلِكَ- فَكَأَنَّهُ تَقَاصَرَ أَعْمَارُ أُمَّتِهِ أَلَّا يَبْلُغُوا مِنَ الْعَمَلِ الَّذِي بَلَغَ غَيْرُهُمْ فِي طُولِ الْعُمْرِ، فَأَعْطَاهُ اللَّهُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ خَيْرًا مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ وَقَدْ أُسْنِدَ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ. وَهَذَا الَّذِي قَالَهُ مَالِكٌ يَقْتَضِي تَخْصِيصَ هَذِهِ الْأُمَّةِ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ، وَقَدْ نَقَلَهُ صَاحِبُ "الْعُدَّةِ" أَحَدُ أَئِمَّةِ الشَّافِعِيَّةِ عَنْ جُمْهُورِ الْعُلَمَاءِ، فَاللَّهُ أَعْلَمُ. وَحَكَى الْخَطَّابِيُّ عَلَيْهِ الْإِجْمَاعَ وَالَّذِي دَلَّ عَلَيْهِ الْحَدِيثُ أَنَّهَا كَانَتْ فِي الْأُمَمِ الْمَاضِينَ كَمَا هِيَ فِي أُمَّتِنَا.[21]

19۔ أبو حیان محمد بن یوسف بن علي، البحر المحیط في التفسیر، تحقیق: صدقي محمد جمیل (بیروت: دار الفکر، 1420)، 28/3.

20۔ القرآن، سورۃ القدر، 01:97

21۔ أبو الفداء إسماعیل بن عمر ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، تحقیق: سامي بن محمد السلامة (دار طیبة للنشر والتوزیع، 1999)، 446/8.

عبارت مذکورہ میں ابن کثیرؒ نے اس مسئلہ کو موضوع بحث بنایا ہے کہ آیت الیلۃ القدر امت محمدیہ علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیت ہے یا یہ رات سابقہ امم کو بھی عطا ہوئی تھی؟ تو بقول امام ابن کثیر رحمہ اللہ یہ بات مفسرین کے ہاں مختلف فیہ ہے اور اس میں دو قول پائے جاتے ہیں؛

1. یہ اِس امت کی خصوصیت ہے۔ جب آپ ﷺ کو سابقہ امم کی عمریں دکھائی گئیں جو بہت طویل تھیں تو آپ ﷺ نے اپنی امت کی عمروں کو کم سمجھا کہ میری امت کم عمر ہونے کی وجہ سے سابقہ امم کے نیک اعمال کا مقابلہ نہیں کر سکے گی، تو اللہ عزوجل نے لیلۃ القدر عطا فرمائی جو ہزار مہینوں سے بھی بہتر ہے۔
2. یہ ہماری امت کی طرح سابقہ امم کو بھی عطا کی گئی تھی۔
3. بقول امام ابن کثیر رحمہ اللہ پہلے قول کے قائل امام مالک اور امام الشافعی رحمہما اللہ ہیں حتیٰ کہ امام الخطابیؒ اس پر اجماع کو نقل کرتے ہیں۔
4. البتہ ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہماری امت کی طرح سابقہ امم کو بھی عطا کی گئی ہے۔ امام احمد، اپنی مسند میں حضرت ابو ذرؓ نے آپؐ سے پوچھا: کیا یہ رات انبیاء کے ساتھ اٹھالی جاتی ہے یا ان کے جانے کے بعد بھی باقی رہتی ہے؟ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ باقی رہتی ہے۔

لہذا واضح ہوا کہ ابن کثیر کے ہاں بھی امام الخطابی رحمہ اللہ کے تفسیری آراء معتبر اور قابل استناد ہیں۔

10۔ اللباب فی علوم الکتاب

ابن عادل حنبلی (م880ھ) آیت کریمہ أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ[22] کے متعلق مفسرین کے مختلف اقوال ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال المفسرون: معنى الآية: أم خلقوا من غير شَيْءٍ فوُجِدُوا بلا خالق وذلك مما لا يجوز أن يكون {أَمْ هُمُ الخالقون} لأنفسهم وذلك في البُطْلَان أشدُّ؛ لأن ما لا وجودَ له كيف يخلق فإذا بَطَلَ الوجهان قامت الحجة عليهم بأن لهم خالقاً فليؤمنوا به. قال هذا المعنى أبو سليمان الخَطَّابِيُّ. وقال الزجاج: معناه أَخُلِقُوا باطلاً لا يُحَاسَبُون ولا يُؤْمنُون وقال ابْنُ كَيْسَانَ: أخلقوا عبثاً وتركوا سُدًى لا يُؤْمَرُونَ ولا يُنهَوْن كقول القائل فعلت كذا وكذا (وقوله) : {مِنْ غير شيء} لغير شيء {أَمْ هُمُ الخالقون} لأنفسهم فلا يجب عليهم لله أمر. وقيل: معناه أخلقوا من غير أبٍ وأُمٍّ. قال ابن الخطيب: ويحتمل أن يقال: أم خلقوا من غير شيء أي

22۔ القرآن، سورۃ الطور، 35:52

أَلَمْ يُخْلَقُوا من ترابٍ أو من ماء لقوله تعالى: {أَلَمْ نَخْلُقكُّم مِّن مَّآءٍ مَّهِينٍ}.[23]

یعنی آیت مذکورہ بالا کی تاویل میں مفسرین سے مختلف اقوال ذکر کئے ہیں مثلاً:

1. امام الخطابی رحمہ اللہ کے بقول أم خلقوا من غیر شیءٍ کے معنٰی ہیں کہ کیا وہ بلا خالق وجود میں آ گئے حالانکہ یہ بات جائز ہی نہیں کیونکہ کوئی چیز بغیر خالق وجود میں آ ہی نہیں سکتی اور أمْ هُمُ الخالقون کا مطلب ہے کہ کیا وہ خود ہی اپنے خالق ہیں۔ اور یہ بات باطل ہونے میں پہلی بات سے اشد ہے کیونکہ جس چیز کا اپنا وجود ہی نہ ہو وہ کسی وجود کا خالق کیسے ہو سکتا ہے یعنی دونوں صورتیں جائز نہیں۔ جب یہ دونوں وجوہ ناجائز اور باطل ہیں تو ایک ہی صورت متعین ہو جاتی ہے کہ ان کا کوئی خالق ہے لہذا جو ان کا خالق ہے اس پر انہیں ایمان لانا چاہیے۔
2. الزجاج کے بقول معنٰی کچھ یوں ہے کہ کیا وہ عبث و باطل پیدا کئے گئے کہ ان پر ایمان لانا واجب نہ ہو اور ان سے حساب نہ لیا جائے گا۔ یعنی یہ عبث و بیکار پیدا نہیں کئے گئے۔
3. ابن کیسان کے مطابق اس کا مطلب ہے کہ کیا یہ عبث و بیکار پیدا کیا گیا یعنی پیدا کرنے کے بعد انہیں بیکار چھوڑ دیا گیا کہ یہ اوامر و نواہی کے پابند نہیں یا یہ اپنے خالق خود ہیں کہ ان پر اللہ عزوجل کے احکام لازم نہیں، یعنی ایسا نہیں ہے کہ یہ عبث و بیکار پیدا ہوئے ہوں اور نہ ہی یہ اپنے خالق خود ہیں کہ اللہ عزوجل کے احکامات ان پر لازم نہ ہوں۔
4. کیا یہ بغیر ماں باپ پیدا کئے گئے۔
5. ابن الخطیب کے بقول یہ بھی ممکن ہے کہ اس کے معنٰی ہوں کہ کیا یہ بغیر مٹی یا پانی پیدا کئے گئے حالانکہ قرآن کریم شاہد ہے کہ تخلیق کا مادہ پانی اور مٹی ہیں۔

مفسر قرآن، صاحب اللباب فی علوم الکتاب کی عبارت دلیل ہے کہ (۱) وہ امام الخطابی رحمہ اللہ کو مفسرین میں شمار کرتے ہیں کیونکہ وہ ان کے قول کو مفسرین کا قول قرار دیتے ہیں۔ (۲) یہی معنٰی راجح ہے کیونکہ وہ اسے اکثر مفسرین کا قول قرار دیتے ہیں اور دیگر اقوال سے اسے ذکر میں مقدم کرتے ہیں۔

11۔ السراج المنیر

قرآن و سنت میں اللہ عزوجل کی طرف کچھ ایسی چیزوں کی نسبت کی گئی ہے جو مخلوق میں پائی جاتی ہیں یا مخلوق سے ان کا تعلق ہے مثلاً: ید، ساق، یمین، کرسی وغیرہ۔ تو ایسی چیزیں متشابہات کہلاتی ہیں۔ ان متشابہات کی تاویل کی جائے گی یا نہیں؟

23 أبو حفص سراج الدين عمر بن علي ابن عادل، اللباب في علوم الكتاب، تحقیق: الشيخ عادل أحمد عبد الموجود اور الشيخ علي محمد معوض (بیروت: دار الکتب العلمیة، 1998)، 141/18.

اس میں اہل السنت والجماعت میں دو آراء پائی جاتی ہیں۔ محمد بن احمد الخطیب الشربینی الشافعی (م 977ھ) آیت مبارکہ وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمَاوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ[24] کی تفسیر بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ قال أبو سليمان الخطابي: ليس فيما يضاف إلى الله عز وجل من وصف اليدين شمال لأن الشمال محل النقص والضعف، وقد ورد كلتا يديه يمين وليس عندنا معنى اليد الجارحة وإنما هي صفة جاء بها التوقيف فنحن نطلقها على ما جاءت ولا نكيفها وننتهي حيث انتهى بنا الكتاب والأخبار المأثورة الصحيحة، وهذا مذهب أهل السنة والجماعة رضي الله تعالى عنهم، وقال سفيان ابن عيينة: كل ما وصف الله تعالى به نفسه في كتابه فتفسيره تلاوته والسكوت عليه انتهى. وقد قدمنا أن السلف يجرون المتشابه على ما هو عليه وأن الخلف يؤولونه والأول أسلم والثاني أحكم.[25]

مذکورہ بالا عبارت میں الخطیب الشربینی نے متشابہات کی مراد اور تاویلات کو ذکر کرتے ہیں:

1. آیت مبارکہ میں اللہ عزوجل کی جانب دائیں ہاتھ کی نسبت سے اشکال ہوتا ہے کہ ان کا بایاں ہاتھ بھی ہوگا؟ امام الخطابی لکھتے ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں ان میں سے کوئی بایاں نہیں کیونکہ بایاں ہاتھ ضعف اور کمزوری کی علامت ہے جبکہ اللہ عزوجل اس سے پاک ہیں۔ اللہ عزوجل کی ایسی صفات کے متعلق اہل السنت والجماعت کا مذہب یہی ہے کہ کتاب اللہ اور احادیث صحیحہ ماثور میں مذکور ایسی صفات کو مطلق رکھا جائے گا۔ ان کی کیفیت کی کھوج نہ کی جائے گی۔
2. سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کے بقول اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کتاب اللہ میں مذکور صفات باری تعالیٰ کی تلاوت کی جائے مگر ان کی تاویل نہ کی جائے۔
3. الخطیب الشربینی کے نزدیک آیات متشابہات کے متعلق سلف صالحین کا مسلک یہی رہا ہے کہ ان کو اللہ عزوجل کے سپرد کیا جائے اور ان کی تاویل نہ کی جائے البتہ اہل السنت والجماعت میں سے متاخرین حضرات اس میں تاویل کرتے ہیں۔ البتہ سلف کا مسلک اسلم واحوط یعنی مبنی بر احتیاط ہے جبکہ متاخرین کا مسلک مضبوط و محکم ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ الخطیب الشربینی رحمہ اللہ بھی امام الخطابی رحمہ اللہ کے تفسیری آراء کی اہمیت اور مقام و مرتبہ کے قائل ہیں۔

12۔ ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم المعروف بتفسیر ابی سعود

24۔ القرآن، الزمر، 67:39۔

25۔ شمس الدین، محمد بن أحمد الخطیب الشربینی، السراج المنیر في الإعانة على معرفة بعض معاني كلام ربنا الحكيم الخبير، (قاهرة: مطبعة بولاق الأميرية، 1285)، 461/3.

بسم اللہ کی حیثیت میں اختلاف علماء کے متعلق ابو السعود لکھتے ہیں کہ {بسم الله الرحمن الرحيم} اختلف الأئمة في شأن التسمية في أوائل السور الكريمة فقيل إنها ليست من القرآن أصلاً وهو قولِ ابنِ مسعودٍ رضيَ الله عنه ومذهبُ مالك والمشهورُ من مذهب قدماء الحنفية وعليه قرّاءُ المدينة والبصرة والشام وفقهاؤها وقيل إنها آية فذة من القرآن أنزلت للفصل والتبرك بها وهو الصحيحُ من مذهب الحنفية وقيل هي آية تامة من كل سورة صُدِّرت بها وهو قولُ ابن عبَّاسٍ وقد نُسب إلى ابن عمر أيضا رضي الله عنهم وعليه يُحمل إطلاقُ عبارة ابن الجوزي في زاد المسير حيث قال روي عن ابنِ عمرَ رضيَ الله عنهُما أنها أنزلت مع كل سورة وهو أيضاً مذهبُ سعيد بنِ جبيرٍ والزُّهري وعطاءٍ وعبدِ الله بن المبارك وعليه قُرّاءُ مكّة والكوفةِ وفقهاؤهما وهو القولُ الجديد للشافعي رحمة الله ولذلك يُجْهر بها عنده فلا عبرة بما نُقِلَ عن الجصاص من أن هذا القول من الشافعي لم يسبقه إليه أحد وقيل إنها آية من الفاتحة مع كونها قرآناً في سائر السور أيضاً من غير تعرض لكونها جزأ منها أَوْ لا ولا لكونها آية تامّةً أولا وهو أحدُ قولَي الشافعي على ما ذكره القرطبي ونقل عن الخطابي أنه قول ابن عباس وأبي هريرة رضي الله عنهم وقيل إنها آية تامة في الفاتحة وبعضٌ في البواقي وقيل بعضُ آية في الفاتحة وآية تامة في البواقي وقيل إنها بعض آية في الكل.[26].

بسم اللہ کے متعلق درج ذیل سوالات پیدا ہوتے ہیں؛

1. بسم اللہ قرآن کریم کی آیت ہے یا نہیں؟
2. بسم اللہ سورت فاتحہ کی ایک آیت ہے یا نہیں؟
3. سورتوں کے درمیان بسم اللہ پڑھنے کا حکم کیا ہے؟

اس بات پر تو اتفاق ہے کہ بسم اللہ سورت نمل کی ایک آیت ہے لہذا جزو قرآن ہے۔ البتہ ہر سورت کا جز ہونے، سورت فاتحہ کا جز ہونے اور سورتوں کے شروع میں تسمیہ پڑھنے کی حیثیت میں اہل علم کا اختلاف ہے اور اس میں درج ذیل اقوال منقول ہیں:

1. بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قرآن کریم کا جز نہیں۔ یہ ابن مسعودؓ کا قول ہے، امام مالکؒ اور متقدمین احنافؒ کی طرف منسوب ہے اور مشہور ہے، مدینہ، بصرہ، شام کے قراء اور فقہاء کا مسلک ہے۔
2. بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، آیتِ قرآن ہے۔ اس کا نزول سورتوں میں فصل کرنے اور حصول برکت کے لئے ہے۔ یہی احناف کا صحیح مذہب ہے۔
3. یہ ہر سورت کی ایک مکمل آیت ہے اور اسی سے ہی سورت کا آغاز کیا جائے گا۔ یہ قولِ ابن عباسؓ ہے اور ابن عمرؓ کی

26۔ محمد بن محمد بن مصطفی أبو السعود، تفسیر أبي السعود=إرشاد العقل السلیم إلی مزایا الکتاب الکریم (بیروت: دار إحیاء التراث العربي، س ن) 8/1.

طرف منسوب ہے ابن الجوزی زاد المسیر میں نقل کرتے ہیں کہ ابن عمرؓ کے نزدیک یہ ہر سورت کے ساتھ نازل ہوئی، گویا ابن الجوزی کے بقول یہ ہر سورت کی ایک مکمل آیت ہے اور اسی سے ہی سورت کا آغاز کیا جائے گا۔ یہ سعید بن جبیر، عطاء، عبداللہ بن مبارک رحمہم اللہ کا مذہب ہے اور امام الشافعی رحمہ اللہ کا قول جدید ہے۔

4. امام الجصاص کا امام الشافعی کے متعلق یہ کہنا کہ سب سے پہلے وہی اسی بات کے قائل ہوئے کہ بسم اللہ ہر سورت کی ایک مکمل آیت ہے، درست نہیں ہے کیونکہ امام الشافعی سے پہلے ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، سعید بن جبیرؒ وغیرہ بھی اسی بات کے قائل تھے۔
5. یہ سورۃ الفاتحہ کا جزء ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اسے ہر سورت میں پڑھا جاتا ہے اس بات سے تعرض کئے بغیر کہ یہ اس کا جزء ہے یا نہیں یا مکمل آیت ہے یا نہیں۔ اور بقول امام الخطابی یہ ابن عباسؓ اور ابو ہریرہؓ کا قول ہے۔
6. یہ سورۃ الفاتحہ کی ایک مکمل آیت ہے جبکہ دوسری سورتوں کا جزء ہے۔
7. سورۃ الفاتحہ کا جزء ہے اور دیگر سورتوں کی ایک مکمل آیت ہے۔
8. ہر سورت کا جزء ہے۔

گویا ابو السعود نے امام الخطابی کی تحقیق پر اعتماد کیا ہے اور اسے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔

الغرض مذکورہ بالا چند شواہد دلیل ہیں کہ جس طرح شارحینِ حدیث نے امام الخطابی رحمہ اللہ کی کتب و شروحات حدیث سے سیر حاصل استفادہ کیا ہے، اسی طرح بعد کے مفسرین نے بھی ان سے علمی استفادہ کیا ہے، چاہے ان مفسرین کا تعلق جماعت متقدمین سے ہے اور ان کی تفاسیر کو تفسیر کے میدان میں مصدر اور امہات التفاسیر کی حیثیت حاصل ہے، مثلاً امام حسین بن مسعود بغوی (م436ھ)، ابو المظفر منصور بن محمد السمعانی (م489ھ)، امام ابن عطیہ (م541ھ)، امام رازی (م606ھ)، امام قرطبیؒ (م671ھ)، امام محمد بن یوسف ابو حیان اندلسی (م745ھ)، امام الثعالبی (م875ھ) یا جن کا تعلق متاخرین سے ہے اور ان کی تفاسیر تفسیر بالرائے المحمود میں عمدہ اضافہ ہیں، مثلاً: علامہ ثناء اللہ پانی پتی (م1225ھ)، علامہ جمال الدین القاسمی (م1332ھ)، مفتی محمد عبدہ (م1323ھ)، امام محمد الطاہر بن عاشور (م1393ھ)، ڈاکٹر وھبہ الزحیلی (م1436ھ) وغیرہ سب نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق ان کے تفسیری اقوال اپنی کتابوں میں ذکر کیے ہیں، جو اس بات کا ثبوت ہے کہ مفسرین ان کے تفسیری اقوال و نکات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان اقوال و نکات کو مفسرین کے ہاں ایک علمی مقام و مرتبہ حاصل ہے جس سے امام الخطابی رحمہ اللہ کے تفسیری اقوال و نکات کی اہمیت واضح ہوتی ہے اور ان کی شخصیت بطور ایک مفسر ابھر کر سامنے آتی ہے۔

مصادر و مراجع

القـرآن مجیـد

أبوالسعود، محمد بن محمد بن مصطفى. تفسير أبي السعود=إرشاد العقل السليم إلى مزايا الكتاب الكريم. بيروت: دار إحياء التراث العربي، س ن.

أبوحيان، أبو حيان محمد بن يوسف بن علي بن يوسف بن حيان. البحر المحيط في التفسير، تحقيق: صدقي محمد جميل. بيروت: دار الفكر، 1420.

ابن عادل، أبو حفص سراج الدين عمر بن علي. اللباب في علوم الكتاب، تحقيق: الشيخ عادل أحمد عبد الموجود اور الشيخ علي محمد معوض.

بيروت: دار الكتب العلمية، 1998.

ابن عطية، أبو محمد عبد الحق بن غالب بن عبد الرحمن بن تمام. المحرر الوجيز في تفسير الكتاب العزيز، تحقيق: عبد السلام عبد الشافي محمد.

بيروت: دار الكتب العلمية، 1422.

ابن كثير، أبو الفداء إسماعيل بن عمر. تفسير القرآن العظيم، تحقيق: سامي بن محمد السلامة. دار طيبة للنشر والتوزيع، 1999.

البغوي، أبو محمد الحسين بن مسعود بن محمد بن الفراء. معالم التنزيل في تفسير القرآن=تفسير البغوي. بيروت: دار إحياء التراث العربي،

1420.

الخازن، علاء الدين علي بن محمد بن إبراهيم بن عمر. لباب التأويل في معاني التنزيل. بيروت: دار الكتب العلمية، 1415.

الخطيب الشربيني، شمس الدين، محمد بن أحمد. السراج المنير في الإعانة على معرفة بعض معاني كلام ربنا الحكيم الخبير. قاهرة:

مطبعة بولاق (الأميرية)، 1285.

الرازي، فخر الدين أبو عبد الله محمد بن عمر بن الحسن التيمي. مفاتيح الغيب=التفسير الكبير. بيروت: دار إحياء التراث العربي، 1420.

السمعاني، أبو المظفر منصور بن محمد بن عبد الجبار ابن أحمد المروزى. تفسير القرآن. رياض: دار الوطن، 1997.

القرطبي، أَبُو عَبْدِ اللهِ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أبي بكر. الجامع لأحكام القرآن=تفسير القرطبي، تحقيق: أحمد البردوني اور إبراهيم أطفيش.

قاهرة: دار الكتب المصرية، 1963.

بخاري، أبو عبد الله محمد بن إسماعيل. صحيح البخاري. بيروت: دار طوق النجاة، 1422.

جمال الدين أبو الفرج عبد الرحمن بن علي بن محمد الجوزي. زاد المسير في علم التفسير، تحقيق: عبد الرزاق المهدي. بيروت: دار الكتاب العربي،

1422.